

## مسجد قبلتین

پروفیسر عبدالرحمٰن عبد

(ایک اہم مقام نبی ﷺ اور واقعہ تحویل کے حوالے سے مکہ یہود و مسلم آویزش پر دعوت فلر)

### دو قبلوں کا ستمگم

مذہبی منورہ میں، ”مسجد نبوی“ سے قریابتین چار کلومیٹر شمال مغرب کی جانب، ہم وادی عقیق میں واقع مسجد قبلتین کے قریب پہنچے، تو ڈرائیور نے نیکسی کی رفاقت کم کر دی، اور اسے دائیں جانب ایک طرف کر کے روک دیا۔ ہم سب دوست اترے، اور اندر جانے سے پہلے چند لمحوں کے لیے رک کر اس مقامِ محمدی کا باہر سے نظارہ کرنے لگے جہاں حال ہی میں سعودی حکومت نے ایک ملٹ نما قلعہ ارضی پر قدیم و سادہ مسجد کی جگہ جدید، عمدہ اور کشاور مسجد تعمیر کی ہے۔ پہلی نظر میں ہم نے اس کے دو بیناروں کے ساتھ دو گنبد دیکھے، تو حافظ امیر علی صاحب نے توجہ دلائی:

”ان گنبدوں اور بیناروں کی تعداد کے دو ہونے کی وجہ ظاہروں باہر ہے کہ یہ مقام امت مسلمہ کے دو قبلوں کا ستمگم ہے۔ اس مقام کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ عین اس جگہ ایک خاص حکم ایزدی نازل ہوا تھا کہ اے اہل ایمان تم نماز کے لیے دن میں پانچ مرتبہ، پہلے قبلہ بیت المقدس کی بجائے اپنا رخ اب ابدی قبلہ بیت اللہ شریف کی طرف کرنا۔ اس فرمان الٰئی کی بنابریہ جگہ ایک عام ہی مسجد نہیں رہی ہے۔ یہ مقام امت مسلمہ اور حضور رسالت مکے لیے گویا اولین ”قبلہ نما“ ہے، جہاں سے امت مسلمہ کی گاڑی ایک نئے اور ابدی قبلہ کی شاہراہ پر مُرگی۔ اس لیے یہ زیارت گاہ اہل عزم و ہمت اور اہل قلب و سلوک ہے، اور زیارت گاہ جذب و جنون ہے۔“

میں نے جیات الٰئی کے اس اہم اور پابندہ نشان کو دائیں سے بائیں غور سے دیکھا، اور آنکھوں کے راستے اسے دل کے دامن میں سمیٹنے کی کوشش کی۔ اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہو منظر تھا، اسے ڈاکٹر خالد عباس نے ہماری رہنمائی کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ انھوں نے پیار سے طبع کی ہوئی

کتاب مدینہ النبی کل اور آج کوہدیہ عقیدت بنا دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ ”سرے سے ستح و ای جانب  
 ۸۳ میڑ لبی ہے، جنوبی سمت ۹۵ میڑ، اور غربی سمت ۸۲ میڑ ہے۔ سڑک فی سچ تدریں سور پر بلند ہے،  
 اس لیے مسجد کا محن اس کی زمینی منزل کی چھت پر بنایا گیا ہے۔ زمینی منزل پر خوش وضع اور دیدہ  
 زیب ۸۴ وضو خانے ہیں۔ سامنے با غیچے میں مکھور کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ سرے کی جانب سے  
 شیر ہیاں اور ڈھلوان نمار استے مسجد کے تمام اطراف سے نیچے اترتے ہیں۔ محن کا رقبہ ۱۱۶ مارلے میڑ  
 ہے، اور اس میں دو ہزار افراد کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔ پہلی منزل پر گلبری کا رقبہ ۰۰ ہے میڑ ہے،  
 جو خواتین کے نماز پڑھنے کے لیے ہے۔ مسجد کی جدید، کشاورہ اور خوبصورت عمارت سے حق، امام  
 صاحب، موذن اور جو کید اور کی رہائش گاہیں بھی بنائی گئی ہیں۔“

خالد عباس خوش نصیب پاکستانی ہیں کہ وہ بن لادن کمپنی میں معاون ہیں۔ اس کمپنی کو حرمین شریفین کی توسعی و تعمیر کا عظیم اعزاز حاصل ہے۔ ڈاکٹر خالد صاحب نے مسجد قلبِ نبی کے میناروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ”مینار بست خوبصورت ہیں۔ روشنی میں دھلے ہوئے مینار ایسے لگتے ہیں جیسے ماہ و احمد کی روشنی کا منبع بھی یہی مینار ہوں۔ تقدیس اللہ میں مصروف یہ بلند والاروشن مینار دیکھ کر ایمان تمازہ ہو جاتا ہے، اور دل بے اختیار سبحان اللہ پکار انتہا ہے۔ مسجد کے اندر اور باہر روشنی کا انتظام ایک جامع منسوبے کے تحت کیا گیا ہے۔ روشنیاں متوازی شکل میں تقسیم کی گئی ہیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ روشنی ایک خاص توازن اور یکسانیت کے ساتھ ہرست پھیلی ہوئی ہو۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ کسی ایک طرف کی روشنی مدد حصم ہو جائے۔“

ڈاکٹر صاحب موصوف نے نظر نواز کتاب میں مسجد قبلتیں کی جدید توسعے کی تفصیلات دی ہیں، جس سے اس مقام نبویؐ کی حالیہ کیفیت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ ”تاریخ میں سب سے زیادہ توسعے خادم الحریم شریفین ملک فدم بن عبد العزیز کے دور میں ہوئی ہے۔ روشنی سے باوضو، نور بکھیرتی ہوئی یہ مسجد، خصوصاً رات کے وقت وہ سماں پیدا کرتی ہے کہ آنکھیں ہی نہیں، روح تک بھی منور ہو جاتی ہے۔ توسعے کے بعد مسجد کا مجموعی رقبہ ۲۹۲ مربع میٹر ہو گیا ہے، جبکہ پرانی مسجد کا رقبہ ۴۲۵ مربع میٹر تھا۔“

بن لادن کپنی نے اس عظیم انسان منصوبے کو تندی، جانشناچی اور مہارت سے مکمل کیا ہے۔ مسجد کی تعمیری منصوبہ بندی کے لیے اسلامی فن تعمیر اور عصر حاضر کے عظیم آرکینگ، انجینئر ڈائٹر عبد الواحد الوکیل کی خدمات حاصل کی گئیں۔ مسجد کی تعمیر میں مئی کی پہلی ہوئی مختلف سائز کی سوراخ دار سرخ انیشن اسٹیمال کی گئی ہیں۔ ان اینیشن کی مجموعی تعداد ۲۱۳ لاکھ سے زیادہ ہے اور انھیں مدینہ منورہ

ہن میں تیار کیا گیا ہے۔ مسجد کی دیواروں 'ستونوں' ببالائی کمانوں اور مسجد تک جانے والے تمام راستوں میں بھی اینٹیں استعمال کی گئی ہیں۔ مسجد کی دیر پائی اور رطوبت سے بچاؤ کے پیش نظر تراپل پلستر کیا گیا ہے، تاکہ مستقبل میں ہونے والی چیزیں گوں کا ازالہ ممکن ہو سکے۔ پلستر کیے گئے حصے کا جموںی رقبہ ۲۴ ہزار مربع میٹر ہے۔ پالش اور پچی کاری کے لیے مسجد کے تین جانب سفید رنگ استعمال کیا گیا ہے اور اس مقصد کے لیے پوری دنیا میں تیار ہونے والی نیس ترین پالش کا انتخاب کیا گیا ہے۔ بجھت کارنگ ایسٹ ہن کی رنگت کا ہے جو ایک خاص تاثر دیتا ہے۔ بیتل کی بند شیں دور قدیم کے نقش و نگار کی تاریخی چھاپ لیے ہوئے ہیں، جس نے مسجد کو جدید اور قدیم کی رونق و شوکت عطا کر دی ہے۔

### نشان محراب قبلہ اول

ہم مسجد میں داخل ہونے لگے تو صاجزادہ عابد حسن نے یہ کہہ کر ٹوکا: "ادب کے ساتھ داخل ہوں" اور پھر خود ہن اس کی وضاحت کی۔ "اس مسجد قبّتين کی طرح اس شرحبث 'مدينة الرسول میں' اور پورے حجاز مقدس میں نی مقامات اور مساجد موجود ہیں، جو مساجد ہونے کی وجہ سے بنیادی طور پر بے شک اللہ کے گھر ہیں، تاہم یہ مقامات 'جادہ حیات رسول' کے سنگ ہائے میں بھی ہیں۔ یہ مقامات النبي ﷺ سیرت الرسول ﷺ کے اہم بھی ہیں۔ ان مقامات محمدی ﷺ کی فضیلت، مسجد نبوی کی طرح دو ہری ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ مسجد نبوی میں سورہ الحجرات کی 'ادب نبی سکھانے والی' وہ آیہ مبارک مرقوم ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھو۔ میرے خیال میں اہل ایمان کو یہاں بھی اس حکم کو اور احترام نبی کو ملحوظ رکھنا چاہیے"۔

ہم ان کے خیال سے اتفاق کرتے ہوئے ادب سے مسجد میں داخل ہوئے۔ یہاں اس وقت رنگ برلنگ اور کثیر روشنیوں سے عجیب روح پرور سماں بننا ہوا تھا۔ مسجد میں چاروں جانب خوبصورت ذیزان ائمہ اور شاندار قالمین بچھے ہوئے تھے کہ پاؤں کے نیچے زمی اور لطف 'حریر' پر نیاں کا احساس ہو رہا تھا۔ مسجد میں ستونوں پر بنی ہوئی محرابی کمانوں کا دلوaz سلسلہ قائم ہے۔ ان محرابوں کو بھی ایسے دلکش نقش و نگار سے آراستہ کیا گیا ہے جو دل موہ لیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ مجرۂ فن، مرکاش کے ماہر نقاشوں اور ہنرمندوں کی محنت کا ثمر ہے۔ مسجد کے تعمیری منصوبے اور اس کی تکمیل میں اسلامی فن تعمیر کی روح کو سو دیا گیا ہے، جو زائرین اور ناظرین کے دلوں کو مسحور کر دیتی ہے۔ سنگ مرمر اور دوسرا قیمتی پتھر بلکہ نشت استعمال ہوا ہے، جن کا رقبہ ۲ ہزار مربع میٹر ہے، جس کی ترتیب و ترکیب نے مل کر اسلامی فن تعمیر کو اجاگر کیا ہے۔

ہم نے تجھیہ المسجد کے دو دو نوافل ادا کیے، دعائیں مانگیں، پھر میاں ثناء اللہ ہمیں قبلہ کی مخالف

سمت یعنی شمال کی طرف لے چلے۔ سامنے کی کشادہ دیوار میں ایک جائے نماز کی صورت میں بننے ہوئے نشان کی طرف اشارہ کیا اور کہا ”نشان محراب قبلہ اول، بیت المقدس“۔

میرے دل میں آئی کہ اس وقت ہم جس جگہ کھڑے ہیں ’اسی جگہ ۵ رب ۲۷ کو حضور رسالت میں ظہر کی نماز کی امامت فرمائی ہے تھے کہ جب جمیل امین، حکم الہی لے کر آئے‘ اور حضور نے اور ان کی اقتدار میں اہل ایمان نے ’بیت المقدس کی بجائے اپنارخ ہے۔ اللہ شریف کی طرف کر لیا تھا۔

### منہ طرف مسجد قبلتین کے

میاں ثناء اللہ صاحب نے کہا۔ ”اتفاق دیکھیے کہ آج صحیح سورہ بقرہ کے رکوع ۱۶ کی تفہیم پڑھ رہا تھا۔ اس کے مضامین نے کشتی فکر رواں کر دی کہ یہ مسجد تاریخ مدنیہ کا وہ خاص المقصود تھا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب مسلمان اپنارخ بیت اللہ شریف کی طرف کر لیں۔ اس چھوٹے سے حکم نے مسلمانوں کے قبلہ کی طرف سمٹتے ہی نہیں، ان کا زاویہ نگاہ بھی بالکل بدل کے رکھ دیا تھا۔ اس عظیم واقعے سے احکام الہی میں ایک انقلابی پیش رفت ہوئی تھی۔ کئی صد یوں سے امت بنی اسرائیل کے سر پر دستار فضیلت رکھی ہوئی تھی۔ اب اس کا زمانہ لد گیا تھا۔ اس لیے اس سے اب یہ فضیلت واپس لے لی گئی اور یہ دستار امامت مسلمہ کے سر بر سجادی گئی تھی۔ پھر نئے سرے سے امامت کو ابوالانیما خلیل اللہ کے گھرانے میں دے دیا گیا تھا۔“

حافظ امیر علی صاحب نے کہا: ”بنو اسرائیل کی امامت دنیا ختم کرنے اور ان کی بجائے مسلمانوں کو مقام فضیلت پر فائز کیے جانے کا واقعہ اتنا ہم تھا، اور باری تعالیٰ کی نگاہوں میں عالمی نقطہ انقلاب تھا، کہ دوسرے پارہ مل کا آغاز اسی واقعے کے ذکر سے ہوا ہے۔“

دو روز پہلے بھی، ہم اس مقامِ محمدی کو دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ نیکی والے نے ہمیں مدنیہ منورہ کی ساری زیارات دو گھنٹے میں دکھا کر فارغ کر دیا تھا۔ ہم نے یہ مسجد قبلتین بھی پانچ منٹ میں دیکھ لی تھی، جو عذر رسالت میں قبیلہ بنو سلمہ کی مسجد تھی۔

جب میاں ثناء اللہ صاحب کو زیارات مدنیہ کے ہمارے اس مختصر سفر کا علم ہوا تو انہوں نے جھٹ سوال کیا ”کیا آپ نے مسجد قبلتین کی واقعی زیارت کی ہے؟“ اثبات میں میرے جواب کو انہوں نے نظر انداز کر دیا، اور ”بسمے بلب اور سید و یقین نگفت“ کے مصدق اُنیم مکراہت اور خاموشی سے ریسید دی، اور کچھ نہ بولے۔ پھر ایک چھوٹے سے وقفہ سے کہنے لگے۔ ”آپ نے زیارت نہیں کی۔ مسجد قبلتین کو صرف ظاہر کی آنکھ سے دیکھا ہے۔ مخفی دیکھنا اور مشاہدہ کرنا ایک بات ہے۔ بنظر غائر دیکھنا، دل کی آنکھ سے دیکھنا اور دل میں با لینا قطعی دوسرا بات ہے۔ پانچ منٹ میں اس مقام

رسالتاً مَبْرُورٌ مَّا فِي الْأَرْضِ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ الْمُجْرِمُونَ  
رسالتمَابُ پر صرف اچھتی نگاہ ہے اس کو یاد کروں کی بول کر حاضری لگوانا ہے۔ اس طرح درس مقام  
محمدی گاؤں سبق سیرت النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ لیا جا سکتا ہے۔ بھی مسجد قبلتیں تو خاص الخاص مقام ہے جہاں امت  
مسلمہ کو باری تعالیٰ نے دونوں جہانوں پر فضیلت سے سرفراز کیا۔ اسے امت وسط قرار دیا اور اسے اقوام  
عالم میں صدر نشین بنایا۔ یہ بظاہر سادہ سماقمان دراصل امت مسلمہ کی سرفرازی کا پایہ ندیہ نشان ہے۔

پروفیسر فیض کلیم صاحب نے ان کی تائید کرتے ہوئے کہا ”تمیں مقامات النبی پر عام زائر کی  
طرح بس نظرے خوش گز رے کے لیے نہیں جانا چاہیے۔ اس کی بجائے سیرت النبی کے طالب  
علم بن کر جانا چاہیے۔ ملاش و تحقیق کرنے والے محقق کی طرح اور جتوں و آرزوں رنے والے طالب علم  
کی طرح مقامات الرسول پر جانا چاہیے کہ علم و حکمت کشف اسرار است و بس حکمت بے جتنی خوار  
است و بس۔“

میاں شاء اللہ صاحب نے کہا: ”وَلَكُلَّ أَكْرَيْهِ بَاتٍ فَوْتَهُ كَيْ زَوْمِنْ نَهَ آئَتُهُمْ كُوْنُ گَاكَ حِسْ  
طَرَحْ هَمْ نَمَازِكِي نَيْتَ كَرَتَهُ بَوَىَ كَتَتَهُ پِنْ كَمْ مَنْ طَرَفْ كَعَبَهُ شَرِيفَهُ كَهُ وَاسْطِي اللَّهُ تَعَالَىَ كَهُ ‘بَهَارِ اَهَالِ’  
بَهِيْ قَرِيبَاً اَيْسَهُ تَنِيْ ہُونَتَا چَا ہَيْسَهُ کَهُ هَمْ گَھَرَوْنَ سَهُ گُويَا یَهِ نَيْتَ كَرَتَهُ نَكَلِينَ کَهُ  
وَاسْطِي تَذَكَّرَهِ مَقَامِ رسالتمَابِ کَهُ ‘بَرَاءَ اِعادَهَ سَبَقَ تَحْوِيلَ قَبْلَهَ اَوْ بَرِّ مَقَامَ تَحْوِيلَ قَبْلَهَ’ بَنِيَادِ گَاہِ اَمَتِ  
مُسْلِمَهِ۔“

### بیت الحرام گویا حبل اللہ ہے

چنانچہ آج ہم اجھائی نظرِ نالنے کی بجائے اس مقام نبی کو تحقیق نظر سے دیکھئے اور بالاستیعاب  
پڑھنے کے لیے نکلے، تو بھی طالب علم بن کر چلے۔ ہم نے زبان سے یہ فقرہ بے شک ادا نہیں کیا تھا کہ  
منہ طرف مسجد قبلتیں کے تاہم علم و آگی کے تھیاروں سے ہم پوری طرح مسلک تھے۔ یعنی ہمارے پاس  
اپنے موضوع سے متعلق نوٹس اور کتب تھیں۔ صائزہ عابد حسن کے پاس صلاح محمد کرتہ کی دلیل  
الزائر اور محمد عالی محمد امین الشفیطی کی کتاب دار الشمین تھیں۔ میاں شاء اللہ کے پاس محمد معراج  
الاسلام کی کتاب مسجد نبوی (تاریخ) اور قاضی سلیمان منصور پوری کی تاریخ حرمین تھیں۔ میرے  
پاس ڈاکٹر خالد عباس الاسدی کی خوبصورت ‘معلوماتی اور جدید کتاب مدینۃ النبی’، کل اور آج تھی۔  
یہ کتاب مجھے نوجوان زاہد سرور قادری نے اسلام آباد میں دی تھی، جنھیں مدینہ منورہ کے بارے میں  
کتابیں جمع کرنے کا قابل رشک شوق ہے۔

پروفیسر فیض کلیم صاحب کی گفتگو حسب معمول پیاپی بر امید، علامہ اقبال کے انکار ملی کے حکیمانہ  
حوالوں کے ساتھ تھی۔

”مسجد قبلتین ملت اسلامیہ کے لیے بنزrl سنگ بنیاد ہے کہ یہاں بیت اللہ شریف کو اس امت کے لیے ابدی حرم قرار دیا گیا تھا۔ حرم تو گویا جبل اللہ ہے۔ اللہ کی اس رسی کو مخصوصی سے تھامے رہنے سے امت مسلمہ میں ”نہ تورانی رہے باقی نہ افغانی نہ ایرانی“، والی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ قبلتے قومیں، ذات برادریاں اور اوپنچ ختم ہو جاتی ہے۔ پوری ملت، جسد واحد، مضبوط و استوار اور تو انہا و پایدار ہو جاتی ہے۔

”حرم کاراز توحید ام ہے۔ قدسی مقال علامہ اقبال نے رموز بے خودی میں بیت الحرام کے عنوان سے بتایا ہے کہ اجتماعی حیات ایک مرکز محسوس کی مقاضی ہے۔ وہ اسی مرکز پر منحصر ہوتی ہے تو قوم وجود میں آ جاتی ہے۔ افراد قوم کے درمیان مرکز کی وجہ سے ہی ضبط و ظلم پیدا ہوتا ہے۔ ”قوم را ربط و نظام از مرکزے، روز گارش را دوام از مرکزے“، اور ہماری ملت اسلامیہ کے لیے یہ مرکز محسوس، بیت الحرام ہے جسے اس مسجد قبلتین میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معین اور مقرر کر دیا گیا ہے۔“

پھر انہوں نے کہا ”ہمارا مرکزو محور بیت الحرام ہے، اسی کی بدولت ہم پوری دنیا میں سوکروڑ لیعنی ایک بلین ہونے کے باوجود یک جان، یکسو اور یک زبان ہیں، سیسے پلائی ہوئی دیواریں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس حرم و مرکز سے وابستگی پیدا کریں۔ خدا کے سچے بندے بنیں۔ اسی حرم (بیت اللہ) کے طوف سے ہم قائم و دائم ہیں۔ تو زیوند حریے زندہ، تاطوف اوکنی پاسندہ۔ دائرے کے لیے مرکز کی حیثیت وہی ہے جو جسم کے لیے جان کی ہے۔ دائیرے کا پورا خط اس کے درمیانی نقطے یعنی مرکز میں سما ہوا ہوتا ہے۔ ہم کبھی کو اس طرح اپنے درمیان تھامے ہوئے ہیں جس طرح سینے نے سانس کو اپنے اندر سمیا ہوا ہوتا ہے۔ حرم کعبہ ہماری جان شیریں ہے اور ہم اس کا جسم ہیں۔ اس دنیا میں جمعیت کو قوموں کی جان سمجھا جاتا ہے۔ جب تک جمعیت نہ ہو قومیں وجود میں نہیں آسکتی ہیں۔ اے مسلمان، آنکھیں کھول کر دیکھ۔ حرم کعبہ تیری جمعیت کاراز ہے، یعنی اس پر تیری جمعیت موقوف ہے۔“

ان انکاری عالیہ اور اشعار کے مطالب سے آگاہ کرنے کے بعد کلیم صاحب نے شاعر شیریں زبان، رنگیں بیان کے اصل اشعار نئے تو یوں لگائیں گے آنکھوں کے سامنے سے کئی پردے ہٹ گئے ہیں، واقعی علامہ اقبال، نغمہ ہائش از ضمیر کن نقاش ہیں، وہ فرماتے ہیں۔

حلقة را مرکز چو جان در پیکر است خطي او در نقطه او ضسر است  
چوں نفس در سینه او پروریم جان شیرین است او ما پیکریم  
در جہاں جان ام جمعیت است در نگر سر حرم جمعیت است

## تحویل قبلہ

ہم سب دوست، نشان قبلہ اول سے ہٹ کر، محراب مسجد کے قریب آکر، قالین پر بیٹھ گئے۔ صاحبزادہ عابد حسن نے کہا، ”تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو کچھ کچھ فہم لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ ان کے دماغ تگ و اور نظر محدود تھی۔ خداۓ لامکاں کے بارے میں ان کا گمان یہ تھا کہ وہ بھی شاید کسی خاص سمت میں موجود و مقید ہے۔ اس لیے سب سے پہلے انھیں حقیقت کائنات سے آگاہ کیا گیا، ان کے اعتراض کو ختم کیا گیا، اور بتایا گیا کہ مشرق اور مغرب سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اسی سمت کو قبلہ بنانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ ہس اسی ایک طرف ہے۔ جن لوگوں کو اللہ نے ایمان کی دولت و دلیعت کی ہے، وہ اس قسم کی تگ نظری اور کچھ فہمی سے دور ہوتے ہیں۔ اللہ ہر جگہ، ہر سمت اور ہر ذرے میں موجود اور جلوہ افروز ہے۔“

جمیل احمد صاحب نے کہا، ”حکیم الامت نے بندہ رحمان کے بارے میں ہو کچھ کہا ہے وہ ایک حد تک اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے، کیونکہ مرد مومن بھی گویا عنات الہی کی ارضی تحریم ہے۔ جس طرح مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے اور مومن کا مقام ہر کہیں ہے، ہنسایہ جبریل ایں بندہ خاکی ہے، اس کا نیشن نہ بخارا نہ بدخشاں۔ اسی طرح اللہ بھی کسی خاص مقام اور سمت میں متین و مقید نہیں ہے۔ سب مقام اور سب کھیس اسی کی ہیں۔ شش جمات اللہ کی ہیں۔ وہ رب المشرقین و رب المغاربین ہے۔ فبای اللاء ربکما تکذبین۔“

حافظ امیر علی نے کہا، ”حکم تحویل قبلہ والی آیت [آلہ البرہ - ۱۱۵] میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تم جدھر کو بھی رخ کرو، اللہ تعالیٰ کو پاؤ گے وہ واسع اور علیم ہے۔ سید مودودی نے تفسیر القرآن میں اس آیت کی وضاحت میں لکھا ہے، ”مشرق و مغرب سب اللہ کے ہیں۔ وہ تمام ستوں اور مقاموں کا مالک ہے مگر خود کسی سمت یا مقام میں مقید نہیں ہے۔ اللہ اس کی عبادت کے لیے اسی سمت یا مقام کو مقرر کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اللہ وہاں یا اس طرف رہتا ہے، اور نہ یہ کوئی بھگڑتے اور بحث کرنے کے قابل بات ہے کہ پہلے تم وہاں یا اس طرف عبادت کرے تھے، اب تم نے اس جگہ یا سمت کو کیوں بدل دیا۔“

حافظ امیر علی صاحب نے چند آیات بخوبی کے ساتھ پڑھیں اور پھر گویا ہوئے۔ ”یہ سورہ البرہ کی آیات ۱۴۲ اتا ۱۵۲ ایں جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں۔ ان کی خاص بات یہ ہے کہ یہ آیات مبارکہ، حضور رسالت کا پریمیں اس مقام پر نازل ہوئی تھیں۔ جہاں اس وقت بیٹھنے کی سعادت ہمیں حاصل ہو رہی ہے۔ یہ غزوہ بدر سے صرف ڈیڑھ دو ماہ پہلے کا واقعہ ہے۔ ابن سعد نے روایت کیا ہے

کہ تحویل کعبہ کا حکم رجب یا شعبان ۲۷ میں نازل ہوا تھا۔ عمر رسالت میں یہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ آباد تھے۔ اس قبیلہ کی ایک مسلمان خاتون [دوسری روایت میں بشر بن بر ابن معروف] ام بشریکار تھیں۔ حضور " ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ " کے لیے ظہرانے کا انتظام کیا گیا۔ ام بشر پوچھنے لگیں کہ مومنوں اور کافروں کی روحوں کا کیا انعام ہو گا۔ اس اثنامیں نماز ظہر کا وقت ہوا تو آپ " صحابہ کرام " کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ پوری جماعت کا رخ مدینہ منورہ سے شمال کی جانب بیت المقدس کی طرف تھا۔ دو رکعت ختم ہوئیں تو آپ " تیری رکعت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے کہ جبریل امین تشریف لے آئے اور انہوں نے حضور " پر وحی کے ذریعے یہ آیات نازل کیں جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھی ہیں"۔

پھر انہوں نے کہا۔ "اسی آن حضور " اور ان کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے والے صحابہ کرام " نے رخ پھیرا، اور شمال میں بیت المقدس کی بجائے قرباً جنوب میں مکہ معظمه کی طرف رخ کر لیا اور باقی نماز تکمیل کی۔ اس کے فوراً بعد حضور " نے پچھے صحابہ کرام " کو مامور کیا۔ انہوں نے پورے مدینہ شر اور اس کے گرد نواح میں عام منادی کرادی کہ اے اہل ایمان، حکم اللہ آگیا ہے، اس کی رو سے اب ہمارا قبیلہ و کعبہ، بیت اللہ شریف کو مقرر کیا گیا ہے، آیندہ سے نماز کے لیے اسی کی طرف رخ کیا جائے۔ فول وجہک شطر المسجد الحرام۔ حضرت انس " بن مالک کہتے ہیں کہ نبی سلمہ میں یہ اطلاع دوسرے روز صحیح کی نماز کے وقت پہنچی۔ لوگ ایک رکعت پڑھ پکھے تھے کہ ان کے کانوں میں آواز پڑی، خبردار رہو قلبہ بدلت کر کعبے کی طرف کر دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہیں پوری جماعت نے اپنا رخ بدلتا ہے۔ براء بن عاذب " کہتے ہیں کہ ایک جگہ منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ لوگ رکوع میں تھے۔ حکم سنتے ہی سب نے اسی حالت میں کعبے کی طرف منہ پھیر لیا"۔

میں حسب معمول طالب علم تھا، پوچھا: "عمر رسالت ماب " میں یہ مسجد بنو سلمہ کے قبیلے کی تھی جس میں سب سے پہلے قبلہ تبدیل کیا گیا، پھر آپ اس سے مقناد روایت بیان فرمائے ہیں کہ اسی بنو سلمہ میں یہ اطلاع دوسرے روز صحیح کی نماز کے وقت پہنچی۔ پھر یہ ظہر کی نماز تھی جس میں امام بلند آواز سے قرات نہیں کرتا ہے۔ آپ بتا رہے ہیں کہ حضور " پر نماز کے دوران وحی نازل ہوئی ہے آپ " نے پڑھا تو اس حکم اللہ کے مطابق تیری رکعت میں ہی پوری جماعت نے اپنا رخ بدلتا ہے، تو کیا حضور " نے اس وحی کو اپنے مقتدیوں کی سماعات کے لیے اونچی آواز میں پڑھا؟ اور جب حضور " پر یہ وحی نازل ہو رہی تھی، آیا صحابہ کرام نے محسوس کیا کہ رکعت معمول سے طویل تر ہو گئی ہے؟ حضور " نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے شمال سے جنوب کی طرف رخ پھیرا اور مقتدی صحابہ کرام نے ہاتھ

باندھے باندھے اپنی قطار ان کے پیچھے استوار کر لی ہوگی؟ یا اس کے بر عکس حضور <sup>م</sup>بھی نماز کی حالت میں چند قدم چل کر جنوب کی طرف آئے ہوں گے؟ اور تحویل قبلہ والا یہ خطبہ وحی جو اس وقت یہاں نازل ہوا، کتنے روکو عوں پر مشتمل تھا، یعنی کتنا طویل تھا؟“

### خدابند سے سے خود بوجھے

میرا خیال تھا کوئی صاحب میرے اٹھائے ہوئے سوالوں کا جواب دیں گے، لیکن حافظ امیر علی صاحب نے کہا کہ وہ تمیں دوسرے سیپارے کی دوسری آیت سناتے ہیں۔ انھوں نے اس آیت کی تحت اللفظ، ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کی اور کہا ”اس کا مطلب ہے کہ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو قبلہ بنانے سے ترجیحات ایزدی میں تبدیلی آئی ہے۔ اب کہ معظیم کی عظمت پھر سے بحال کر دی آگئی ہے۔“ بتو اسرائیل کو شہادت حق کی عظیم ذمہ داری سونپی گئی تھی، اب یہ منصب اور فضیلت امت مسلمہ کو سونپی جارتی ہے تاکہ اے مسلمانو، تم پوری دنیا کے انسانوں کو ہدایت الہی پہنچا کر اس امر کے گواہ بتو اور یہ رسول، یعنی محمد مصطفیٰ تھیں احکامات ایزدی پہنچا کر شہادت حق کا فرضہ انجام دیں۔“

صاحبزادہ عابد حسن نے کہا۔ ”دریہ منورہ میں حضور <sup>م</sup> پر، نکد کی نسبت، طویل خطبے اور طویل سورتیں نازل ہوتی تھیں۔ آپ ان مدنی آیات کے ان حصوں پر غور فرمائیں جن میں کہا گیا ہے کہ اے محمد <sup>م</sup> ہم تمہارے مند کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں اور یہ کہ اے میرے رسول، لوہم تھیں اسی قبلہ کی طرف پہنچرے دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو۔ حکمِ خداوندی کے ان الفاظ سے متشرع ہوتا ہے کہ قبلہ کی اس تبدیلی سے پہلے آپ <sup>م</sup> کے دل میں یہ خواہش کروٹیں یعنی رہی تھی۔ آپ <sup>م</sup>بھی یہ محسوس فرماتے تھے کہ بن اسرائیل کی امامت کا زمانہ گزر گیا ہے، اور اس کے ساتھ بیت المقدس کی مرکزیت کا محمد بھی اختتام کو پہنچا۔ اب پھر وقت آگیا ہے کہ خدا کے بندے، عبادت کے وقت، مرکز ابراہیمی کی طرف رج گریں۔ یہ مسجد قبلتین گویا آرزوئے رسول <sup>م</sup> کی تکمیل کا نشان ہے۔“

رفقِ کلیم صاحب کو حکیم الامت کا حوالہ دینے کا پھر موقع ملا، کہنے لگے۔ ”قدی مقال کا ایک شعر اپنی ندرت خیال کی بناء پر مقبول خاص و عام ہے، اس لیے کہ اس میں ایک ناممکن بات کو دل نشیں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ عام لوگوں کے لیے یہ محض شاعرانہ تعلیٰ ہے، لیکن غور کر میں تو دنیا میں ایک نادر الوجود مقام ایسا بھی ہے جہاں ایک ناممکن بات ممکن ہو گئی ہے۔ جانتے ہیں، وہ جگہ کہاں ہے؟ جناب عالیٰ، وہ مقام کی مسجد قبلتین ہے۔“

پھر انھوں نے اپنے دعوے کی دلیل دی اور کہا۔ ”حضور رسالتناہ <sup>م</sup> نے چاہا کہ مسلمانوں کے لیے بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ شریف، قبلہ و کعبہ بن جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس مقام عالیٰ مقام پر

جب میں امین کے ذریعے فرمان بھیجا اور ارشاد فرمایا۔ ”اے میرے جبیب، ہم نے تمھیں دیکھا ہے کہ تم آرزو بھری نگاہوں سے آسمان کی طرف چڑھ کیے ہوئے ہوئے تھے۔ ہم تمہاری دلی کیفیت سے آگاہ ہیں، لوہم تمہاری تمنا پوری کیے دیتے ہیں کیونکہ تمہاری رضاہماری تقدیر ہے۔ فول وجہک شطر المسجد الحرام، اب سے اپنارخ ہمیشہ کے لیے بیت اللہ شریف اور عزت و حرمت والی مسجد کی طرف کرنا۔ چنانچہ یہ مسجد قبیلین وہ تقدیق گاہ سے جہاں الرحمن اپنے عبده و رسولہ سے خود پوچھتا ہے کہ تما تیری رضا کیا ہے؟

خود کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پسلے خدا بندے سے خود پوچھتے بتا تیری رضا کیا ہے

### عبرتے اے مسلم روشن ضمیر

صاحبزادہ نے تفہیم القرآن کا حوالہ دیا، اور کہا: ”سورہ البقرہ کی آیت ۵۱ میں فرمایا گیا ہے کہ اے مسلمانو، تمھیں امت و سلط اس لیے بنایا گیا ہے کہ میں تم پر اپنی نعمتِ مکمل کر دوں، تاکہ تم بدایت پاؤ۔ یہاں اس نعمتِ الہی کا مطلب ‘امامت’ رہنمائی اور پیشوائی کی نعمت اور فضیلت ہے جو یہاں مسجد قبیلین کے مقام پر بنی اسرائیل سے والپس لے لی گئی اور امتِ مسلمہ کو عنایت کر دی گئی۔“

جمیل احمد صاحب نے کہا: ”مسجد قبیلین کے اس خاص مقام پر بنی اسرائیل کو شہادتِ حق کے عظیم منصب سے معزول کر دیا گیا۔ اس قوم کی پوری تاریخ پر نظر؛ الیں تو یہ تیشیب و فراز، پستی و بلندی اور عظمت و عبرت سے عبارت ہے۔ اس قوم کی قبائے تاریخ، قید اور اقتدار، بھرت اور حکومت کے تاریخی دورنگ سے بنی ہے۔ ”اولوا الابصار“ جو اقوام و قبائل، ممالک و ملل اور ماضی و تاریخ سے سبق لیتے ہیں کے لیے اس قوم کے عروج و زوال میں خاص عبرت ہے۔

پکرت دارد اگر جان بصیر عبرت از احوال اسرائیل گیر  
جمیل صاحب پچھے جذباتی ہو گئے، ان کی آواز بھی زرابند ہو گئی۔ ”تدی مثال نے فرمایا ہے کہ اے روشن ضمیر مسلمان، بنی اسرائیل کے انعام سے سبق حاصل کرو۔ جب اس قوم نے اپنے ہاتھ سے مرکزِ ملت دے دیا، تو ان کا رشتہ جیعت ٹوٹ گیا اور اس کے جسدِ ملت سے روح اس حد تک ختم ہو گئی کہ ان کی خاک سے اب بیدر جھوں تک پیدا نہیں ہوتا۔“ ان یہودیوں نے غریب الوطن ہو کر اپنی زبان گم کر دی۔ اب دنیا میں نہ کوئی ان کا بہم نوا ہے اور نہ ہم آشیاں۔ ان کی شیع وحدت بھکر رہ گئی ہے۔ پروانہ ان کی نوح خوانی کر رہا ہے، اور ان کا افسانہ سن کر میرے جسم و جان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال کے اپنے الفاظ میں کمال کا اثر اور سحر ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

عبر لے اے مسلم روشن ضمیر از مال اُمت موئی گیکر  
 داد چوں آں قوم مرکز را زدست رشتہ جیعت ملت شکست  
 رفت نم از ریشد ہائے تک او بید مجنوں ہم نزوید خاک او  
 از گل غہٹ زبال گم کردہ ہم نوا ہم آشیاں گم کرد  
 شمع مرد و نوح خواں پروانہ اش مشت خاکم لرزد از افسانہ اش  
 اس پر صاحزادہ عابد حسن نے اس قوم کے انیائے کرام اور سلاطین ذی احتشام کا مختصر ذکر کیا۔  
 کارناموں اور برائیوں کا حوالہ دیا۔ جب انھوں نے حضرت یوسف ۳۰ اور ملک مصر کا ذکر کیا تو میرے  
 ذہن میں دو ہفتے پر مشتمل اپنی سیاحت مصر کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ جس میں یہی صاحزادہ اور میاں شاء اللہ میرے ہمراں تھے۔ پھر انھوں نے اس قوم کی فقیحی مونشگانیوں، مناظرہ بازیوں اور تفرقدہ بازیوں پر  
 روشنی ڈالی اور اس قوم کی سود خوری، عصیاں شعاراتی اور فتنہ پردازی کی تفصیل ہتائی۔

### روح مسلمان میں ہے آج وہی اضطراب

یہودیوں کی فتنہ پردازی کا سن کر مجھے علامہ اسد کی کتاب روڈ ٹو مکہ یاد آگئی۔ میں نے ذکر کیا کہ ۱۹۲۰ کے عشرے میں ایک یہودی نوجوان صحافی دشمن میں مقیم تھا اور مسلم معاشرے کی خوبیاں اس کے دل کو فتح کر رہی تھیں، کہ اسے ایک پالیسی ساز بزرگ نے یہودی منصوبے سے آگاہ کیا۔ ”دنیا بھر سے لاکر یہودیوں کو فلسطین میں آباد کر دیا جائے گا۔ مقامی سامنہ لاکھ مسلم فلسطینیوں کو جبر و ظلم سے ملک بدر کر دیا جائے گا۔ فلسطین کو مناکر اسرائیلی ریاست قائم کر دی جائے گی۔“

اس نظالمانہ اور شرمناک منصوبے کو جان کر منصف مراجع نوجوان صحافی اپنی یہودی قوم سے تغیر ہو گیا اور بالآخر اس نے اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لی، اور ہم انھیں علامہ اسد کے نام سے جانتے ہیں۔ دوسری طرف اس پون صدی میں یہودی فتنے نے ٹھوس شکل اختیار کر لی ہے، یعنی اسرائیلی ریاست کے عفریت نے مشرق و سلطی کی مسلمان عرب مملکتوں کے عین سینے پر ایک بد میت ہشت پاکی طرح اپنے پنج گاڑیے ہیں۔

میری اس بات پر کلینم صاحب ہے جو یمارس دیے، وہ مجھے ہی نہیں ہم سب کو یاد میں بکیوںکر اس میں ایک ناقابل فراموش اور عجیب پیش گوئی ہے۔ وہ کہنے لگے ”مشیت ایز بی ہی بترجانی بے کہ کیا ہو گا۔ ایک طرف یہودیوں نے مذہب کی بنیاد پر اسرائیل کی مملکت بنائی ہے، دوسری طرف لا الہ الا اللہ کی اساس پر پاکستان معرض وجود میں آیا ہے۔ دونوں قریبیاً نصف صدی کے اندر دنیا کے نقشے پر ابھرے ہیں۔ دونوں جو ہری تو انائی کے اسرار کے آشنا ہیں۔ اسرائیل میں دنیا بھر کے یہودی جمع ہو

رہے ہیں۔ عالی طاقتیں اور ذرائع ابلاغ ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ دوسری جانب مسلمانوں میں بھی بیداری و باہمی یگانگت اور ارتباٹ پیدا ہو رہا ہے۔ مشرق میں انڈونیشیا اور شمال میں ازبکستان سے لے کر مغرب میں مرکش تک ایک ارب مسلمانوں نے اللہ کی رسی کو تھاما ہوا ہے۔ حرم کی پاسانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تاباک کا شغیر مسلمان ایک ہو رہے ہیں اور جہاد افغانستان نے ثابت کر دیا ہے کہ پاکستان عالم اسلام کا مضبوط قلعہ ہے۔

۸

پھر انہوں نے ایک عارف مجدوں کے سے انداز میں ایک بجی بات کی گویا وہ کچھ علم اور خبر رکھتے ہیں، لیکن اس سے زیادہ وہ عشق کی وادی میں ہیں اور خبر سے زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ انہوں نے گویا مستقبل میں بھائیتے ہوئے کہا: ”مجھے تو یوں لگتا ہے کہ دونوں قومیں مقابل میں اتنے کے لیے تیاری کے مراحل میں ہیں۔ اب کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ کیا ہو گا؟ یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے، تاہم ”روح مسلمان میں ہے آج وہی اضطراب، رازِ خدائی ہے یہ کہ نہیں سکتی زبان“۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے جگ عظیم دوم کے سے بڑے پیلانے پر، یہود و مسلم آویزش کا، ایک زبردست معمر کے برپا ہونے والا ہے۔ دنیا بھر میں یہودی نصف کروڑ بھی نہیں ہیں لیکن وہ یہود، خیری کی روایت کے مطابق، اپنی چالاکی اور مکاری سے پوری دنیا کے مشرکوں اور کافروں کے احزاب کو ہم مسلمانوں پر چڑھا لائیں گے۔ ہمیں بھی کوئی مسلمان فارسی خندق جدید کی راہ بھاڑے گا۔ آگ اور خون کا ایک لامتناہی سمندر ہو گا۔ شاید یہ اس کرۂ ارض کی آخری اور خوفناک ترین جگ عظیم ہوگی۔ ابھی کوئی کیا کہ سکتا ہے؟ ”دیکھیے اس محکی تھے سے اچھلتا ہے کیا گنبد نیلو فرنی رنگ بدلتا ہے کیا!“، تاہم دنیا کا نقشہ پھر ایک دفعہ زیر و زبر اور تیپٹ ہو کر رہے گا۔ یہودی قتنہ و سازش اور کینہ پروری ختم ہو کر رہے گی اور اسلام و توحید کا علم پھر سے یوں لرائے گا کہ عہدِ فاروقی کی یادِ تازہ ہو جائے گی۔ دالائے راز نے بجا فرمایا تھا کہ

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمود ہے کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے؟

کلیم صاحب کو میں توبیں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ کیا فکر انگلیز خیالِ تھا ان کا اور سونے پر سا گا دید بان ملت، علامہ اقبال کے اشعار تھے، جو گفتگو کی انگلیزی میں گویا انگلینوں کی طرح جڑے ہوئے تھے۔ احزاب اور خندق کا فکر انگلیز تقابل تھا۔ ہم سب دوست ان کی حریت افراپیش گوئی سے کچھ دیر تک مہوت سے رہے۔ انہوں نے بات ہی کچھ لیکی کی تھی۔ ان لمحات کے کیف کو میں تادم تحریر محسوس کر رہا ہوں۔

## امت مسلم ز آیات خدا است

بالآخر ہم خلوتیوں کی یہ سادہ لیکن یاد گار مجلس اختتام پذیر ہوئی، تو حافظ امیر علی نے کہا: ”جانتے ہیں کہ اس مقام پر امت مسلمہ کے سرپر امت وسط کا تاج فضیلت رکھنے کے بعد اسے سب سے پہلی ہدایت اور حکم کیا دیا گیا تھا؟ یہ تھی صبر و صلوٰۃ کی تلقین و تائید۔ سید مودودیؒ نے اس آیت کی تقسیم میں لکھا ہے کہ منصب امامت پر مامور کرنے کے بعد اب اس امت کو ضروری ہدایات دی جا رہی ہیں، مگر تمام دوسری باتوں سے پہلے انھیں جس بات پر منتسب کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کوئی پھولوں کا بستر نہیں ہے جس پر آپ حضرات لٹائے جا رہے ہیں۔ یہ تو ایک عظیم الشان اور پر خطر خدمت ہے جس کا بار اٹھانے کے ساتھ ہی تم پر ہر قسم کے مصائب کی بارش ہوگی، سخت آزادیوں میں ڈالے جاؤ گے، طرح طرح کے نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔ اور جب صبر و ثبات اور عزم و استقلال کے ساتھ ان تمام مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے خدا کی راہ میں بڑھے جاؤ گے تب تم پر عنایات کی بارش ہوگی۔“

ہم مسجد قبلتین کے باہر کے دروازے پر آگئے تو صاحبزادہ عبدالحسن نے کہا: ”کسی امت اور قوم کے لیے یہ عظیم ترین اعزاز ہے کہ فرمان الٰہی سے اسے پوری دنیا کا لیڈر، رہنما اور قابل تقلید مثال بنا دیا جائے، اسے حکم دیا جائے کہ وہ پورے عالم انسانیت کو نیکی کے فروغ کے لیے حکم دے اور برائی سے بزرور قوت روکے۔ جس امت کو یہ منصب دیا گیا اس پر اللہ کے الطاف و انعامات کی محکمل ہو گئی۔ قبلہ کی تبدیلی کا حکم دراصل اس منصب جلیلہ پر امت مسلمہ کی سرفرازی کا نشان ہے۔ لہذا تمہیں شادت حق کے فرض منصی کی دل و جان سے ادا کی کرنی چاہیے۔ ایسا کرو گے تو یہ نعمت الٰہی تم پر ستمل کر دی جائے گی اور اگر تم نے بنی اسرائیل کی طرح ناشکری، نافرانی، تفرقہ بازی اور باہم جدال کی راہ اختیار کی تو کہیں ان کی طرح تم سے بھی یہ منصب نہ پھین جائے۔“

میاں شاء اللہ صاحب نیکسی کو روک رہے تھے، اور جمیل احمد صاحب ہمیں ایک ضروری بات بتا رہے تھے۔ کہنے لگے۔ ”قدسی مقال علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ امت مسلمہ، اللہ تعالیٰ کی آیات عظیمه میں سے ایک آیت جلیلہ ہے، جس کی بنیاد قالو ابلی کے روز رکھی گئی تھی۔ خداوند کریم نے نحن نزلنا ارشاد کر کے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، اور بتایا ہے کہ وہ اب تک محفوظ رہے گا۔ بالکل اسی طرح امت مسلمہ کے لیے بھی فنا اور اہل نہیں ہے، اس امت کا چراغ کبھی نہیں بجھے گا اور یہ شہ روشن رہے گا۔“

امت مسلم ز آیات خدا است      اصلش از ہنگامہ قالوا بلی است  
 از اجل ایں قوم بے پرواست      استوار از نحن نزلنا تے  
 تا خدا ان یطفعوا فرموده است      از فردن ایں چراغ آسوده است  
 (آنحضرور کے نقش قدم پر کا ایک غیر مطبوعہ باب)